محاضراتِ قرآنی

منعقدہ ۲۸ اکتوبر تا یکم نومبر
اجمالی رپورٹ

مرتبہ: حافظ محمد رفیق

یہ محض اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور توفیقِ خاص کا نتیجہ ہے کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اپنی تاسیس (۱۹۷۲ء) سے لے کر اب تک "دعوت رجوع الی القرآن" جیسے بنیادی اہم اور مقدس فرضِ منصبی کی انجام دہی کے لئے قدم بقدم آگے بڑھ رہی ہے۔ دیگر خدمات کے علاوہ (مثلاً ملک کے طول وعرض وبیرونِ وطن درسِ قرآنی وخطاباتِ عام کا انعقاد، نشر القرآن کیسٹ سیریز کا اجراء اور دعوتی کتب کی اشاعت وغیرہ) باقاعدگی کے ساتھ انجمن پچھلے دس برسوں سے اندرونِ ملک ہر سال مختلف مقامات پر اولاً قرآن کانفرنسوں اور ثانیاً محاضراتِ قرآنی کے نام سے بھرپور اجتماعات ومجالس کا اہتمام کرتی چلی آ رہی ہے جن میں بلاتفریق ولحاظِ مسالک، اہلِ علم ودانش، خصوصاً ایسے حضرات کو مدعو کیا جاتا ہے، جو قرآن اور اس کی دعوت سے کسی درجے میں قلبی وذہنی مناسبت رکھتے ہیں۔

مزید برآں انجمن کے پلیٹ فارم سے مذہبی فرقہ واریت، تعصب اور گروہ بندی کے بجائے رجوع الی القرآن پہ زور دیا جاتا ہے تاکہ اللہ کی اس کتابِ عزیز کے اعتصام کی بدولت گروہ بندی کے بجائے امتِ مسلمہ میں حقیقی ومثبت اتحاد واتفاق پیدا ہو اور تجدیدِ دین اور احیاءِ اسلام کی راہ ہموار اور منزل قریب آ سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ ان تمام مساعی کے نتیجے میں دردمند مخلص اور اہلِ فکر ونظر حضرات کے علاوہ سعید وصالح نوجوانوں کی طرف سے زیادہ عملی تعاون ملا ہے۔ علاوہ ازیں ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ علماءِ کرام اور جدید تعلیم یافتہ دانشوروں کے مابین حائل شدہ بُعد اور فاصلے کم ہونے اور باہم ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سننے اور سنانے، سمجھنے اور سمجھانے میں کافی مدد ملی ہے،

ہماری دلی دعا ہے کہ جدید وقدیم کے امتزاج (Combination) سے ایک ایسی علمی ودینی قیادت آگے بڑھے جو تشریعی معاملات میں تو تعلق وتمسک مع السلف میں عافیت سمجھے مگر

عصری مسائل و تقاضوں کے حل کے لئے اجتہاد و اکتشاف کی معتدلانہ روش اپنائے۔ (آمین)

محاضراتِ قرآنی کا انعقاد عموماً سال بعد تنظیمِ اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ہوتا ہے جس میں عام شرکاء و حاضرین کے علاوہ تنظیمی رفقاء کی شرکت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ سنہ ۸۳ء میں معمول کے مطابق محاضرات اپریل میں منعقد ہوئے تھے لیکن اکتوبر ۸۳ء میں محاضرات کا ایک خصوصی پروگرام تشکیل دیا گیا۔ گویا ۸۳ء کے دوران محاضرات دو بار منعقد ہوئے۔ ہوا یوں کہ جناب قاضی عبدالقادر صاحب مرکزی انجمن خدام القرآن کی نظامتِ اعلیٰ پر فائز ہونے کے دوران اگست/ستمبر ۸۳ء میں بھارت اپنے اعزہ واقارب سے ملنے تشریف لے گئے تو اس موقع پر ہندوستانی علماء کرام سے گفت و شنید کے بعد واپسی پر یہ پروگرام تشکیل دیا گیا جس میں مقامی شرکاء کے علاوہ ہندوستان سے آٹھ علماء و دانشوروں کی تشریف آوری متوقع تھی۔ خاص طور پر مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی مدظلہ، ڈائریکٹر شیخ الہند اکیڈمی دیوبند (بھارت) اور مدیر ماہنامہ برہان دہلی نے اکتوبر ۸۳ء میں تشریف لاکر محاضراتِ قرآنی میں "دعوتِ قرآن" کے موضوع پر چار مقالے پیش فرمانے کی منظوری عطا فرمادی تھی۔

لیکن ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ پچھلی دفعہ صرف جناب ڈاکٹر قاری محمد رضوان اللہ صاحب (علی گڑھ) نے شرفِ میزبانی بخشا اور مولانا وحیدالدین خانصاحب باوجود پوری خواہش اور بھرپور کوشش کے محض ویزا نہ ملنے کے باعث شریک نہ ہوسکے، اس دفعہ مولانا عبدالکریم صاحب (پاریکھ) (ناگپور) اور مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب مہتمم جامعہ رحیمیہ درگاہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، دہلی (بھارت) ہی تشریف لاسکے جبکہ مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی ویزا کی فراہمی اور دلی آمادگی و خواہش کے باوجود تشریف نہ لاسکے۔ اس کی وجہ انہوں نے اپنے مراسلہ میں یہ بتائی کہ انہوں نے ایک دوسرے صاحب کو ریلوے ٹکٹ کی ریزرویشن کی ذمہ داری سونپی تھی جو خود بھی محاضرات میں مدعو تھے مگر عین وقت پر معلوم ہوا کہ ان صاحب نے تو کسی مجبوری کے باعث عین وقت پر جانے کا ارادہ ملتوی کردیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی کا ریلوے ٹکٹ بھی نہیں خرید سکے اور بکنگ کا کوئی انتظام بھی نہیں کرا سکے۔ جس کے باعث مولانا موصوف کی لاہور تشریف آوری نہ ہوسکی۔

بہرکیف! مولانا موصوف نے اس کی تلافی کا وعدہ از راہِ شفقت و عنایت یوں فرمایا ہے کہ اب آئندہ کسی بھی موقع پر از خود جب وہ پاکستان (لاہور) تشریف لائیں گے تو مجوزہ

چار خطبات "دعوتِ قرآن" کے موضوع پر ارشاد فرمائیں گے۔

اس تمہید کے بعد اب مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تیسرے محاضراتِ قرآنی منعقدہ ۲۸ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۸۳ء بمقام جناح ہال (ٹاؤن ہال) کی اجمالی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

پہلا باقاعدہ اجلاس

محاضراتِ قرآنی کا پہلا باقاعدہ وافتتاحی اجلاس مورخہ ۲۸ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب زیر صدارت مولانا محمد حنیف صاحب ندوی منعقد ہوا، ہمارے کوئٹہ کے جواں سال رفیقِ محترم قاری شاہد اسلام بٹ صاحب نے اپنی خوش الحان تلاوتِ کلام اللہ کے ذریعے اجلاس کا آغاز کیا اس کے بعد افتتاحی خطاب ومقالہ کے لئے مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ (ناگپور۔ انڈیا) کو دعوت دی گئی۔ ان کا موضوع تھا "قرآن مجید، قرآن مجید کی روشنی میں" جس میں انہوں نے تنزیلِ قرآنی اور بعثتِ نبویؐ کے بنیادی مقاصد کو بڑے سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا اور تذکیر بالقرآن کا نہایت مؤثر اور دلنشیں انداز میں حق ادا کیا۔ سامعین اشکبار آنکھوں اور مضطرب قلب کے ساتھ ہمہ تن متوجہ ہو کر ان کے خطاب میں ڈوبے رہے۔

یہ عجیب وغریب مماثلت ہے کہ "دعوت رجوع الی القرآن" کے ضمن میں جو اہمیت ومقام پاکستان میں امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو حاصل ہے وہی مقام "تذکیر بالقرآن" کے حوالے سے ہندوستان میں مولانا پاریکھ مدظلہ العالی کا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ استحضارِ قرآن اور تذکیر بالقرآن کی حد تک مولانا پاریکھ صاحب کو امتیاز حاصل ہے۔ مولانا پاریکھ صاحب نے بتایا کہ اس وقت ہندوستان میں ان کے زیرِ انتظام دو ہزار ایسے مراکز ہیں جہاں درسِ قرآن اور قرآنی مذاکروں کا اہتمام کیا جاتا ہے ....

گویا اشاعت وتوسیعِ دعوتِ قرآنی کے جس مشن کے لئے پاکستان میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سرگرم عمل ہیں کم وبیش وہی کام .... یعنی دعوت وتبلیغ، انذار وتبشیر، وعظ ونصیحت اور تذکیر وعبرت پذیری کی خدمت مولانا پاریکھ صاحب عمومی سطح پر بھارت میں انجام دے رہے ہیں۔

اس کے بعد مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب (کراچی) خلیفہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے "قرآنی نگاہ میں تاریخ کا مقام" کے عنوان سے اپنا علمی مقالہ پڑھ کر سنایا کہ اگر امم سابقہ کے تفصیلی حالات وواقعات نہ بھی ملتے تو بھی قرآن مجید میں "سورۃ العصر" کی موجودگی

اس کے لئے کافی تھی، مزید یہ کہ قرآن مجید میں جن دس بیس مشہور قوموں کا ذکر آیا ہے، ان کے بھی تفصیلی حالات سے اجتناب کیا بلکہ اختصار کے ساتھ ان کے تاریخی واقعات محض اس لئے بیان کیے تاکہ

اوّلاً، مجرّد تاریخیت کے بجائے ان واقعات سے ہدایت اخذ کرنے کا کام لیا جائے

ثانیاً، ان تاریخی واقعات کو تذکیر و عبرت کے پہلو سے دیکھا جائے نہ کہ انہیں جزوِ ایمان سمجھ لیا جائے۔

ثالثاً، یہ کہ قرآن اپنے حاملین کو یہ یاد کرانا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتے، جسے خود اپنی قلب ماہیت کا خیال نہ رہا ہو۔

آخر میں زور دے کر معزز مقالہ نگار نے یہ بات واضح کی کہ تاریخ کو کسی بھی دور میں قطعیت حاصل رہی ہے اور نہ رہے گی، بلکہ تاریخ دانی کا ماحصل محض عبرت آموزی اور تذکیر پذیری ہے، مقالہ نگار نے تاریخ کی بے اعتباری کو قرآن سے ثابت کیا اور مزید استشہاد کے لئے انہوں نے تاریخ ابن خلدون کے متعدد ابواب کا حوالہ دیا۔

تیسرے مقالہ نگار پروفیسر حافظ احمد یار صاحب تھے، جنہوں نے "کتابت مصاحف میں علاماتِ ضبط کی تاریخ اور ان کا تنوّع" کے عنوان سے نہایت دقیق و وقیع اور تحقیقی و علمی مقالہ پڑھا۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں "اعراب و اعجام" کے فرق کو واضح کیا اور بتایا کہ جہاں تک اعراب اور رموز اوقاف کا تعلق ہے تو ابتداءً تو نقاط تک کا وجود بھی نہ تھا اور حروف ہجاء بھی اصلاً تعداد میں صرف چودہ ہی تھے، بنی امیہ کے دورِ خلافت میں نقاط کی ایجاد کے ساتھ حروف کی تعداد بھی بجائے چودہ کے اٹھائیس کر دی گئی، چونکہ ب ت ث اور ج ح خ وغیرہ جیسے دیگر ہم شکل و صورت حروف ابتداءً ایک (مفرد) شمار ہوتے تھے البتہ بول چال اور لکھائی و پڑھائی میں قدیم عرب اس کی تمیز بخوبی کر سکتے تھے مگر اموی دور میں اعراب کے ساتھ یہ مشکل بھی عجمیوں کے لئے آسان تر بنا دی گئی۔

"مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں، قرآن حکیم کی روشنی میں" کے عنوان سے چوتھا مقالہ امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے پڑھ کر سنایا اور بعض مقامات پر اختصار کے ساتھ وضاحتی اشارات پیش کئے۔ مگر اصلاً اسی موضوع کو دوسری نشست کے علاوہ، تیسری، چوتھی اور پانچویں نشستوں میں مقالہ پڑھنے کے بجائے تقریر کے ذریعے مزید کھول کر بیان فرمایا۔ اس امید کے ساتھ کہ

جہانتک عوام کا تعلق ہے وہ اپنے دینی فرائض و ذمہ داریوں کا احساس کریں اور عملاً اس کی طرف پیش قدمی کریں اور محاضرات میں موجود علماء کرام سے خصوصاً اور دیگر حضرات العلماء کرام سے جو موجود نہیں تھے عموماً یہ استدعا کی گئی کہ فرائض دینی کا جو تصور انہوں نے پیش کیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو توثیقی کلمات سے نوازیں بصورت دیگر اصلاح فرمائیں دونوں صورتوں میں شکریے کے مستحق ہوں گے۔

آخر میں صاحب صدر، مولانا محمد حنیف ندوی صاحب نے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ انہوں نے قرآنی اسلوب کے ضمن میں ترکیب نحوی، قرآنی فصاحت و بلاغت اور اس کے ملکوتی غناء پر روشنی ڈالی،
مزید برآں فاضل صدر مجلس نے واضح کیا کہ اثبات باری تعالیٰ کے لئے قرآن مجید نے کسی ایسی منطقی دلیل کو بنیاد نہیں بنایا جسے منطق ہی کے ذریعے کاٹنا ممکن ہو بلکہ قرآن کے نہایت سادہ انداز میں عقل و فطرت کو براہ راست اپیل کرنے کا انداز اختیار کیا ہے اور بار بار اس بات کی دعوت دی ہے کہ تم لوگ کائنات اور مظاہر فطرت میں غور کرو تمہیں ان مظاہر کے پردے میں اللہ واحد کی جھلک نظر آئے گی - - - - - - - اسی طرح قرآنی مضامین کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ وہ بجائے جزوی ہونے کے معاشرتی و انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی و محیط ہیں۔

اسی طرح انہوں نے فرمایا کہ تاریخ پر نہ تو کلی اعتماد کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھ لیا جائے اور نہ ہی غلط قرار دے کر اسے بالکلیہ ٹھکرایا جا سکتا ہے بلکہ تاریخ کا اصل مقام یہ ہے کہ تاریخ عبرت پذیری کا ایک نادر نمونہ ہے جس سے اچھائی کو اپنانے اور برائی کو چھوڑنے میں مدد و رہنمائی لی جا سکتی ہے۔

دوسرا اجلاس

محاضرات قرآنی کا دوسرا باقاعدہ اجلاس مورخہ ۲۹ اکتوبر بعد نماز مغرب زیر صدارت مولانا محمد متین ہاشمی منعقد ہوا۔

اس اجلاس کے پہلے مقرر حسب اعلان مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ (ناگپور انڈیا) تھے۔ یہ اعلان پہلے اجلاس کے افتتاحی خطاب کے بعد حاضرین کی خواہش و دلچسپی کے پیش نظر کیا گیا تھا چونکہ ان کے پہلے خطاب سے شرکاء انتہائی متاثر تھے۔ مولانا نے اس زحمت کو خندہ پیشانی سے قبول فرمالیا۔

ان کے آج کے خطاب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت سے زمین کی طرف نسلِ آدم کا ہبوط و انتقال کسی گناہ کی سزا کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اصل مقصود ابتلاء و امتحان تھا کہ اس وقفۂ امتحانی میں کھرے دکھوٹے اور صحیح وغلط کی تمیز ہو جائے۔ مزید یہ فرمایا کہ پوری ذی روح مخلوق میں صرف قلب انسانی ہی نزول وحیٔ قرآن کا پلیٹ فارم بنایا گیا ہے۔ جبکہ باقی مخلوق نے اس سے عجز و معذوری ظاہر کی۔ پھر یہ کہ انبیاء و رسل کا وجود اس کائنات میں بمنزلہ نور و روشنی تھا کہ جن کی بعثت کا مقصد قطع عذر اور اتمام حجت تھا۔ اور پیغمبر کی حیثیت رات کے وقت اللہ کے سامنے انسانیت کے نمائندے اور دن کے وقت لوگوں کے مابین اللہ کے نمائندے و پیغام رساں کی تھی، یہی سنتِ رسول، ہر داعی اسلام سے مطلوب ہے کہ وہ رات اور دن کی ان دونوں ذمہ داریوں کو کمال توازن سے نبھائے کہ دن کے اوقات اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے تبلیغ کتاب کرے اور نظام عدل وقسط (میزان) کے قیام کے لئے ہر ممکن جد وجہد کرے جبکہ راتیں اس کی اللہ کے حضور انسانیت کی صلاح وفلاح اور رشد و ھدایت کے لئے دعاؤں میں گزریں۔

اس کے بعد مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی (مہتمم جامعہ رحیمیہ، درگاہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، دہلی۔ انڈیا) نے اپنا مقالہ بعنوان "قرآن کریم اور نہی عن المنکر"—— پیش فرمایا جو ان شاء اللہ جلد ہی "حکمتِ قرآن" میں شائع ہوگا۔

آج کے چوتھے مقرر مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب تھے، جنہوں نے "قرآن اور تصوّف" کے موضوع پر مختصراً خطاب فرمایا اور اس ضمن میں قرآن کی متعدد آیات سے استشہاد کیا۔ فاضل مقرر نے وضاحت کی کہ — — — — — — کی کہ تصوف کے ساتھ جو رائج الوقت رنگینیاں منسوب کی جاتی ہیں یہ خود ساختہ رسوم و رواج ہمارے لئے موجب عار و ننگ ہیں ان کا اسلامی اور قرآنی تصوّف سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے۔ اور دراصل اسلامی تصوّف 'احسان' ہی کی ایک شکل ہے۔ البتہ اگر احسان ہی کی اصطلاح کو عام کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ بڑی مبارک اور احسن کوشش ہوگی۔

انہوں نے تصوّف یعنی احسان کو "قالب اور روح" سے تعبیر کیا کہ اسلامی عبادات واعمال کی ظاہری شکلیں محض قالب ہی بن کر نہ رہ جائیں بلکہ ان میں "روح" کا ہونا از حد ضروری ہے۔ انہوں نے نماز کی ظاہری حرکات وسکنات کو "قالب نماز" اور اس کے

لئے مطلوبہ خشوع وخضوع جیسی باطنی کیفیات کو "روحِ نماز" سے تعبیر فرمایا۔ مزید براں انہوں نے تصوّف کے حوالے سے رہبانیت کی نفی کی اور فرمایا کہ شیخ محی الدین اکبر ابن عربیؒ کو تصوف کے میدان میں رہبانیت کا موجد و بانی کہہ کر نشانہ تنقید بنایا جاتا ہے۔ جبکہ ان کی تعلیم یہ ہے کہ فی الواقع تصوّف قربِ الٰہی اور تلاشِ الٰہی کا دوسرا نام ہے اور اس تلاش کے بعد ہی بندگی کا اصل لطف وحظ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ وہ تبلیغ دین کے لئے مختلف اسالیب سے دعوت دیتے رہتے ہیں موصوف نے فرمایا کہ عارف وہ نہیں ہے جو اسباب کو ترک کر دے بلکہ عارف تو وہ ہے جو اسباب اختیار کرکے اسی سے معرفتِ ربانی پائے۔

آخر میں صدرِ جلسہ نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا اور پڑھے گئے مقالوں میں سے خصوصًا مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی کے علمی و تحقیقی مقالہ کی تعریف و توصیف کے بعد بھرپور انداز میں تبصرہ کیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضمن میں بجا طور پر مذکورہ حکمت و مصلحت کو ملحوظ رکھا جائے مگر اس دوران سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع میں بیان کردہ "نصائح لقمانیؑ"، جو انہوں نے اپنے بیٹے کو تلقین فرمائی تھیں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن میں مقام عزیمت اور صبر و مصابرت کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے کہ محض مصلحت آمیز تبلیغ اور امر بالمعروف کی نری مٹھاس ہی کافی نہیں بلکہ نہی عن المنکر کی راہ، جو مقام عزیمت اور صبر و مصابرت کی متقاضی ہے، اس سے بھی گزرنا لازمی ہے، اس لئے حق پرست داعی اسلام کو اس کٹھن اور مشکل مرحلہ سے صرف نظر نہیں کرنا چاہیئے۔ صدرِ جلسہ نے تاریخ اسلامی سے اس کی مثالیں پیش کیں۔

تیسرا باقاعدہ اجلاس

پروگرام کے مطابق محاضراتِ قرآنی کا تیسرا باقاعدہ اجلاس ۳۰ اکتوبر کو بعد نماز مغرب زیرِ صدارت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب (ناگپور۔ انڈیا) منعقد ہوا۔

اس میں پہلا مقالہ، ڈاکٹر منیر احمد صاحب مغل (لاہور) نے "مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کی تفسیرِ قرآن" کے عنوان سے پڑھ کر سنایا۔ مقالہ خاصہ طویل تھا۔ اور وقت کی کمی کے باعث اسے ادھورا چھوڑنا پڑا۔

مقالہ نگار نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی پیدائش سے ان کے انقلابی فکر تک کے مراحل کے چیدہ چیدہ واقعات کا تفصیلی ذکر کیا کہ وہ کس طرح سکھ مذہب سے اسلام کی طرف راغب ہوئے

اور پھر یہ کہ ان کی فطری ودیعت شدہ ذکاوت و فطانت کے ساتھ قدرتی طور پر انہیں کیسے کیسے عمدہ ماحول اور عظیم رجال کی صحبتیں میسّر آئی گئیں۔ یہاں تک کہ وہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے دستِ راست انقلابی شاگرد کی حیثیت سے کابل سے روس پہنچے۔

مولانا سندھیؒ کی تفسیرِ قرآن کے متعلق جو کچھ مقالہ نگار نے پڑھ کر سنایا وہ یہ کہ قرآن حکیم بنفسِ نفیس "آئینہ انقلاب" ہے۔ انقلابی زندگی کا منبع و سرچشمہ ہے جو جملہ مراحل اور ضروریات کا کفیل ہے۔ قرآن کی اتباع اقوامِ عالم کی سیادت و قیادت کا پیش خیمہ ہے اور اس سے اعراض در وگردانی ذلت و پستی کا باعث ہے۔ چونکہ قرآن حکیم کے اصول بین الاقوامی ہیں۔ گویا اس پر عمل پیرا ہونے کا منطقی انجام "حکومت و خلافت" کا حصول ہے۔ جو بقول مولانا سندھیؒ کے دنیا میں اللہ کا سب سے بڑا انعام و عطیہ ہے اور اس سے محرومی درحقیقت اللہ کی ناراضگی اور ذلت و رسوائی کا مصداق ہے یوں محسوس ہوا کہ شاید مولانا کی پوری تفسیر حکومتی احوال و اصولوں سے معمور ہے۔ یہاں تک کہ بعض عائلی و خاندانی احکامات پر مبنی آیات سے سیاسی قواعد و قوانین مستنبط کئے گئے ہیں۔ الغرض مقالہ نگار نے مولانا سندھیؒ کی تفسیرِ قرآن سے اقتصادی، سیاسی و معاشرتی مسائل پر انقلابی طرزِ فکر سے روشنی ڈالی جس سے مولانا سندھیؒ کے انقلابی تصور کی شدت کا پتہ چلتا ہے۔

آج کے اجلاس کے دوسرے مقالہ نگار، مولانا الطاف الرحمٰن صاحب بنوی، استاذ قرآن اکیڈمی تھے۔ انہوں نے "اسلام کے جماعتی نظام" پر انتہائی مدلّل و محققانہ مقالہ پیش فرمایا اس نہایت دقیق، بلیغ اور جامع مقالے پر منطق و علم کلام کا رنگ غالب تھا۔ مولانا نے فرمایا: کہ مسلمان بننے کے لئے تو بیعت کی ضرورت نہیں ہے مگر اقامتِ دین جیسے اہم فریضے کی ادائیگی کے لئے التزام کے ساتھ بیعت کی ضرورت ہے، جو اقرب الی السنۃ ہے۔ اس کے ثبوت و جواز کے لئے جہاں انہوں نے عہدِ نبویؐ، خلافتِ راشدہ اور عہدِ قریب تک، امورِ خیر، اعمالِ صالحہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مثالیں دیں، ساتھ ہی عقلی و منطقی جواز فراہم کرنے کے لئے نظامِ کائنات کے تکوینی اور پھر خارجی شواہد پیش کئے خصوصًا یہ کہ تکوینی اجتماع کے بعد خارجی اجتماعیت کی مختلف شکلیں جیسے جیسے عقل و شعور کی بالیدگی اور پختگی کی طرف بڑھتی رہتی ہیں، اسی حساب سے ان میں اجتماعیت مضبوط و پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ مختصرًا یہ کہ اقامتِ دین کے لئے التزامِ جماعت ضروری ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے یہ اجتماعیت بیعت کی بنیاد پر ہونی چاہیئے۔

اس کے بعد امیرِ محترم نے اپنے پہلے اجلاس میں پڑھے گئے مقالے کی تشریح و تبیین کے

تسلسل کو جاری رکھا اور آخر میں صدرِ جلسہ مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے صدارتی کلمات چند لطیفوں کی شکل میں سامعین کے گوش گزار کئے۔ لطیفوں کی نوعیت اور اس پر مستزاد مولانا کا یمنی لب ولہجہ، جس سے سامعین کی اکثریت کافی محظوظ ہوئی۔ البتہ بعض حضرات کے ذوق پر یہ انداز گراں گزرا۔

چوتھا باقاعدہ اجلاس

محاضراتِ قرآنی کا چوتھا باقاعدہ اجلاس ۱۳ اکتوبر کو حسب سابق بعد نمازِ مغرب منعقد ہوا۔ حسب اعلان آج کے اجلاس کی صدارت ڈاکٹر برہان احمد صاحب فاروقی کو کرنا تھی مگر انتظار کے بعد ان کی عدم موجودگی میں ڈاکٹر سلیم فارانی صاحب کو قائم مقامی سونپی گئی۔ انہوں نے اپنی سابقہ روایت کے مطابق آغاز ہی میں "انسانی تعلیم و تربیت کے قرآنی مقاصد" کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھا جو بیک وقت مقالہ اور پیشگی خطبۂ صدارت شمار کیا گیا۔ انہوں نے انسانی ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کو ماخذ قرار دیا اور حقیقی خوشحالی و ترقی کے لئے تعلیم و تربیت کو ناگزیر قرار دیا اور یہ کہ اس تعلیم و تربیت کا مرکز و محور قرآن ہونا چاہیئے اور موجودہ تعلیمی بحران و انحطاط قرآن کی تعلیمات سے اعراض کا نتیجہ ہے۔

آج کے اجلاس کے دوسرے مقرر پروفیسر ساجد علی صاحب (لاہور) تھے، انہوں نے "عالم اسلام کی موجودہ صورتحال" کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے مغربی تہذیب و فلسفہ کے غلبہ و استیلاء کے توڑ کے لئے اہلِ علم اور علماء حضرات کو توجہ دلائی اور پھر انہوں نے موجودہ مسلم معاشرے میں سے تین طبقات کا تذکرہ و تجزیہ پیش کیا کہ

اولاً: **جدید تعلیم یافتہ طبقہ**، جن کے نزدیک نجات کا واحد راستہ مغربی تہذیب سے وابستگی ہے۔

ثانیاً: **مذہبی طبقہ**، جس کی دینی خدمات بجا، مگر وہ وقت کی تبدیلی کا احساس ہی نہیں رکھتا۔

ثالثاً: **احیائی تحریکوں کا طبقہ**، پروفیسر صاحب کے نزدیک یہ طبقہ اگرچہ جدید اصطلاحات میں گفتگو کرتا ہے مگر ان کا علم کلام قدیم اور کردار رجعت پسندانہ ہے۔

آج کی نشست کے تیسرے مقالہ نگار، پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب (جامعہ پنجاب) تھے، انہوں نے "عدل معاشی کے قرآنی تصور" پر اپنا مقالہ پڑھا کہ قرآن حکیم معاشی مساوات (Economic equality) کے بجائے معاشی انصاف (Economic Justice)

کا تصور پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ (انڈیا) نے حسبِ پروگرام خطاب فرمایا کہ قرآن کی اصل دعوت کو کھول کھول کر بیان کرنا اور کتمانِ حق سے اجتناب مسلمانوں کا اوّلین فریضہ ہے اور موجودہ معاشی تنگی اور اقوامِ عالم میں ہماری گراوٹ وپستی قرآن سے اعراض کا نتیجہ ہے۔

آخر میں امیرِ محترم نے "مسلمانوں کی دینی ذمّہ داریاں" والے موضوع کے تسلسل کو آگے بڑھایا۔

آخری اجلاس

محاضراتِ قرآنی کا آخری اجلاس یکم نومبر بعد نمازِ مغرب، مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی (انڈیا) کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔

صدرِ جلسہ نے اپنا مکتوبہ مقالہ، بصورتِ خطاب ابتدا ہی میں سنا دیا جس کا عنوان تھا سورۃ الصف کی مرکزی آیت "هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کا مفہوم خاندان ولی الٰہی کے نقطۂ نظر سے" جس کا ماحصل مولانا نے یہ بیان فرمایا کہ اقامت وغلبۂ دین کی ذمّہ داری صرف نبی اکرمؐ کی تھی جو انہوں نے پوری کر دی اب امّت کی جو ذمّہ داری ہے وہ غلبہ واقامتِ دین سے زیادہ "ابلاغِ دین" کی ہے۔ اسی لئے نبی اکرمؐ نے میدانِ عرفات میں "فلیبلغ الشاھد الغائب" کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ انہوں نے فرمایا کہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ علماءِ کرام نے تبلیغی اور تعلیمی جملہ تقاضے پورے کئے جس کے وہ مکلّف بنائے گئے تھے۔ مولانا نے اس آیت کے ضمن میں شاہ عبدالقادرؒ کا نقطۂ نظریہ سنایا کہ "(۱) اللہ نے اس دین کو ظاہری سطح پر ایک مدّت تک غالب کیا (۲) مگر دوسرا غلبہ" دلیل وبرہان" کا ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ مولانا نے مسلمان علماء اور سیاسی اقتدار کے حامل حکمرانوں کی ذمّہ داریوں کو الگ الگ تقسیم کیا جو ایک دوسرے سے مختلف اور الگ ۔ ۔ ۔ بھی ہیں اور باہم ممد ومعاون بھی۔

پانچ روزہ محاضراتِ قرآنی کے اختتام پر مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی اپنے اعزہ واقارب سے ملنے کراچی تشریف لے گئے اور امیرِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی خواہش پر مولانا موصوف کراچی سے واپسی پر دوبارہ لاہور تشریف لائے تو مزید دو پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ ایک جامع القرآن میں ۱۱ نومبر ۱۹۸۲ء بعد نمازِ مغرب امیرِ محترم کے ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد مولانا قاسمی صاحب نے "بھارت میں اسلام کا مستقبل" کے عنوان سے خطاب فرمایا کہ ہندوستان میں سیکولرازم کے باعث جملہ مذاہب آزاد ہیں اور وہاں مسلمان بھی ڈٹ کر توحید بیان کرتے ہیں۔ اور شرک و مروّجہ

اوہام پرستی کی تکذیب کرتے ہیں۔ مگر جونہی مولوی صاحب توحید کے بیان کے بعد واپس آتے ہیں تو ہندو لوگ ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ توحید خالص خود مسلمانوں کے اندر کیوں موجود نہیں ہے بلکہ ہندو ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ چلو ہمارے اندر اگر جملہ توہم پرستی و شرک موجود ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مذہب کئی ہزار سال پرانا ہے جبکہ تمہارا اسلام تو ایک ہزار سال کے اندر ان خرابیوں کا شکار ہوگیا ہے۔ یہ بات مسلمانوں اور خصوصاً علماء حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اسلام کا مستقبل ہماری انفرادی زندگی پر منحصر ہے کہ ہم ایمان کے تقاضوں کو سمجھیں اور ان پر خلوص دل سے عمل پیرا ہوں۔

دوسرا پروگرام شہر کے وسط میں مسجد شہداء میں مورخہ ۱۲ نومبر بعد نماز عصر منعقد ہوا۔ یہاں امیر محترم کے ہفتہ وار درس قرآن کے بجائے مولانا نے سورۂ یوسف آیت ۔۔۔ کے حوالے سے درس قرآن دیا اور فرمایا کہ اولاد اسرائیل کے غلبے کی پہلی بنیاد جدوجہد پر نہیں اسی لئے یوسف علیہ السلام کو جو اقتدار ملا وہ جدوجہد کا نتیجہ نہیں بلکہ اخلاقی طور پر تفویض ہوا جبکہ نبی اکرمؐ کی پوری زندگی مسلسل جدوجہد پر مبنی ہے اور اسلامی اقتدار اس وقت غالب ہوا جب جدوجہد کے بعد معاشرہ تیار ہوگیا تھا۔ یہ تذکرہ تو بطور جملہ معترضہ آگیا۔ اب محاضرات کی مزید روداد پیش ہے۔

دوسرے مقالہ نگار مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی، ایڈیٹر خدام الدین نے حفاظت قرآن مجید کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔

حفاظتِ قرآن کے لئے احادیث و قرآن سے دلائل دیئے اور کتابتِ وحی اور تدوین قرآن کے مراحل تفصیلاً بیان کئے اور کہا چونکہ قرآن تنزیل کے اعتبار سے آخری آسمانی کتاب ہے یا بالفاظ دیگر وحی آسمانی کا Final Edition ہے۔ اس لئے سابقہ کتب سماویہ کے برعکس اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا۔

اس کے بعد امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دینی فرائض کے ضمن میں التزام جماعت اور نظام بیعت پر مفصل خطاب فرمایا ـــــ اور آخر میں مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ (انڈیا) نے سورۃ الاحزاب و دیگر مقامات قرآنی کی روشنی میں عورتوں کے حقوق و فرائض پر خطاب فرمایا۔ اور اس طرح پانچ روزہ محاضراتِ قرآنی کا آخری اجلاس تکمیل کو پہنچا۔